نظام الدین نعمانی

پردہ اور اس سے متعلقہ مباحث

ستمبر ۱۹۷۵ء کے ماہنامہ "ثقافت" میں مندرجہ بالا عنوان پر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا مضمون نظر سے گذرا۔ صاحب مضمون نے قرآن شریف کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے کہ شراب ایسی چیز ہے جس کے نقصانات اس کے فائدوں سے زیادہ ہیں۔ لیکن دوسری آیت کا ذکر نہیں فرمایا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ شراب، جوا وغیرہ شیطانی کاموں میں سے ہیں ان سے اجتناب کرو۔ پردے کے بارہ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا صرف ایک حکم بیان کیا ہے کہ مرد اور عورتیں اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اس کے علاوہ جو کئی احکام صرف عورتوں کے لیے متعدد آیات میں تدریجاً نازل ہوئے ان کا ذکر نہیں کیا۔ فاضل مضمون نگار جیسے جید عالم سے اس انداز نگارش کی ہرگز توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ اس قدر طویل مضمون میں موضوع سے متعلق بنیادی آیات کا ذکر تک نہ کریں گے۔

قرآن کریم کے احکام

پردہ کے متعلق سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں متعدد احکام مذکور ہیں جو تدریجاً نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور اور اس کے احکام کی اہمیت خاص طور پر ذہن نشین کرانے کے لیے ابتدا ہی میں فرمایا :

"یہ ایک سورت ہے کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا ہے اور اس کے احکام کو فرض کیا ہے اور ہم ہی نے اس میں واضح المطالب آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو (اور ان پر عمل کرو) .... آیت ۱

اس کے بعد کسی مسلمان کو سورۃ النور کے مندرجہ ذیل احکام کو فرض نہ سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا :

"مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ بیشک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس کے جو (چار و ناچار) کھلی رہتی ہو اور اپنے خُمُر (دوپٹے) اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں۔" (آیات نمبر ۳۰ و ۳۱)

(یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ خُمُر جمع ہے خمار کی جس کے لغوی معنی ہیں وہ کپڑا جس سے عورتیں اپنا سر ڈھانکتی ہیں اس وجہ سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ دوپٹوں یا اوڑھنیوں وغیرہ سے اپنے سروں اور سینوں کو اچھی طرح ڈھانکے رکھیں)

"اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہر پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے لڑکوں پر یا اپنی بہنوں کے لڑکوں پر یا اپنی (ہی قسم کی) عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا اُن خدام پر جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ان لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی بات سے واقف نہیں ہوئے ہوں۔ اور (چلنے میں) اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ ان کی مخفی زینت معلوم ہو جائے۔" (آیت ۳۱)

"اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہ رہی ہو ان کو کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ ان کو اپنا بناؤ دکھانا منظور نہ ہو اور (اگر اس کی بھی) احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے" (آیت ۶۰)

اب سورۃ الاحزاب کی چند آیتوں پر غور فرمایئے۔ اس سورۂ مبارکہ میں پردہ کے احکام بیان کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بے شک تمہارے لیے رسول اللہؐ کی ذاتِ گرامی ایک بہترین نمونہ ہے۔" (آیت ۲۱)

اسی طرح مسلمان عورتوں کے لیے ازواجِ مطہرات کی مثال قابلِ تقلید ہے۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات کو خطاب کیا ہے کہ وہ پردہ کریں اور دیگر اعمالِ صالح پر عمل پیرا ہوں۔ ان احکام کا بالواسطہ

اطلاق باقی سب مسلمان عورتوں پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً فرمایا:

"پیغمبرؐ کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے تو (کسی نامحرم سے) نرمی سے بات نہ کرو تاکہ جس کے دل میں کھوٹ ہو وہ (فاسد) توقعات نہ رکھے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کرو۔" (آیت ۳۲)

"اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے (سے) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتی رہو۔"

"اے مومنو! ازواج مطہرات سے تمہیں کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔" (آیت ۵۳)

مندرجہ بالا آیات کی پابندی کے علاوہ مسلمان عورتوں کو اگر کسی ضرورت سے باہر جانا ہو تو مندرجہ ذیل حکم پر عمل پیرا ہونا بھی فرض ہے:

"اے پیغمبر! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی "جلابیب" (چادروں) کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔" (آیت ۵۹)

("جلابیب" جمع ہے "جلباب" کی۔ عربی لغت میں اس کے معنی رومال کے نہیں ہیں جیسا کہ صاحب مضمون نے لکھا ہے بلکہ اس کے معنی ہیں "وسیع کپڑا"۔ چنانچہ قرآن کریم کے مترجمین نے اس کا ترجمہ چادر لکھا ہے۔ یہی وہ جلباب ہے جس نے مراقش اور الجزائر وغیرہ میں "جلابہ" کی اور عرب کے اکثر ممالک میں "عبا" کی اور برصغیر پاک و ہند وغیرہ میں برقعے کی شکل اختیار کی۔ ۱۶ جولائی ۱۹۷۵ء کے پاکستان ٹائمز میں ایک الجزائری مسلمان خاتون کی تصویر چھپی ہے جو "جلابہ" میں اس طرح ملبوس دستور ہے کہ نہ تو اس کے جسم کی قطع نظر آتی ہے اور نہ سر سے ٹخنوں تک جسم کا کوئی حصہ نظر آتا ہے۔ اس طرح ہر مسلمان عورت کو بوقت ضرورت اگر باہر جانا پڑے تو چادر، برقع یا عبا وغیرہ میں مستور ہونا چاہیے)۔

احادیث نبوی

قرآن شریف کے علاوہ بہت سی احادیث نبوی سے بھی پردہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

"عورتوں کے لیے (گھر سے) باہر نکلنے میں کچھ حصہ نہیں مگر یہ کہ مجبور و مضطر ہوں۔ ان کے لیے راستوں میں (چلنے کا) کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے" (کبیر طبرانی)

"عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے (اور اس کے درپے) ہوتا ہے" (ترمذی)

"حضورؐ نے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا کہ تم دونوں (نابینا) عبداللہ بن ام مکتومؓ سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ سکتے۔ ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کہ ان کو نہیں دیکھ سکتیں"۔ (امام احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد)۔

"اللہ تعالیٰ نے لعنت کی دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کی طرف (اس کے اختیار یا بد احتیاطی سے) دیکھا جائے" (مشکوٰۃ)

"حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ جائز نہیں کہ مرد اس کے کسی عضو کو دیکھیں سوا اس کے اور اس کے اور حضورؐ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا" (ابوداؤد)

"حضرت عمارؓ بن یاسر سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تین شخص کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ دیوث۔ مردانی شکل بنانے والی عورت اور ہمیشہ شراب پینے والا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ دیوث کون ہے۔ فرمایا جس کو اس کی پروا نہ ہو کہ اس کی گھر والیوں کے پاس کون آتا جاتا ہے"

(کبیر طبرانی)

خلاصہ تعلیماتِ اسلامی

قرآن حکیم کی مندرجہ بالا آیات اور احادیث نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی عصمت کی حفاظت کرنی چاہیے اور اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں۔ عورتوں کو عموماً اپنے گھروں ہی میں قرار سے رہنا چاہیے لیکن اگر ضرورتاً یا مجبوراً باہر جانا پڑے تو جلباب (چادر۔ برقع۔ جلابہ یا عبا وغیرہ) میں اس طرح مستور ہوں کہ سر سے پاؤں تک ان کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ ان کے جسم کی ساخت معلوم نہ ہو سکے اور مردوں سے بچ کر سڑکوں کے کنارے کنارے اس طرح چلیں کہ ان کی زینت ظاہر نہ ہو۔ نہ خود تاک جھانک کریں اور نہ ہی مردوں کو موقع دیں کہ وہ ان کی زینت کو دیکھ سکیں۔ نامحرم مرد اور عورتیں آپس میں باتیں نہ کریں کیونکہ یہ بھی فتنہ کا باعث ہو سکتا ہے:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

اگر کسی خاتون کو مجبوراً یا ضرورتاً غیر مرد سے بات کرنی پڑے تو بات میں لوچ۔ نرمی اور مزاح نہ ہونا چاہیے بلکہ متانت، معقولیت اور قدرے کرختگی ہونی چاہیے ؎

ہو گی لہجے میں ترے تیغِ طہارت کی دھمک

تاکہ اگر کسی کے دل میں کھوٹ ہو تو اسے کسی غلط فہمی کا شائبہ تک نہ ہو۔ کوئی چیز لینی دینی ہو تو پردہ، کواڑ یا دیوار وغیرہ کی اوٹ ہونی چاہیے۔

اپنے گھروں میں بھی کسی قسم کی عریانی یا نیم عریانی کی اجازت نہیں۔ سوائے شوہر کے اپنے باپ، بھائی، خدام اور دیگر محرم مردوں کے سامنے بھی اپنے سارے جسم کو ڈھانکے رکھیں۔ سوائے چہرے، ہتھیلیوں اور پیروں کے۔ دوپٹوں سے اپنے سروں اور سینوں کو اچھی طرح چھپائے رکھیں (آج کل دینی امور سے ناواقفیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بعض باپردہ خواتین بھی اس بات کی احتیاط نہیں کرتیں کہ برقعوں میں سے ان کے سر کے بال نظر نہ آئیں حالانکہ سر کے بال عورت کی زینت ہی نہیں بلکہ ستر میں شامل ہیں)۔

بڑی بوڑھی خانہ نشین عورتوں کو کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے چہرے ہاتھ اور پاؤں نامحرموں سے نہ چھپائیں لیکن افضل یہی ہے کہ وہ اس معاملہ میں بھی احتیاط برتیں اور " تبرج " یعنی نمود و نمائش کی تو بوڑھی عورتوں تک کو اجازت نہیں ہے۔

سورۃ الاحزاب کی چھتیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"کسی مومن مرد اور عورت کو گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی کام کا حکم دیدیں تو اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا رہے گا۔"

اس کے بعد کسی مسلمان کو کیا مجال ہے کہ مندرجہ بالا قرآن شریف کی آیات بینات اور احادیث نبوی کے خلاف پردے کے خلاف لب کشائی اور قلم فرسائی کر سکے اور اسے " ہماری اپنی ایجاد کردہ رسم " ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

معلوم نہیں صاحب مضمون کو کونسے " اونچے درجے کے علماء فضلاء " نے پردے کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے ہر مکتب فکر کے چوٹی کے علماء مثلاً حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم، حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب مرحوم وغیرہ سب پردے کے حامی تھے۔ قرآن شریف، احادیث اور اجماع امت کے مطابق ہمارے بڑے بڑے مفکر و مصلح مثلاً اکبر الہ آبادی، مولانا اسمٰعیل میرٹھی، مولانا الطاف حسین حالی۔ ڈاکٹر محمد اقبال وغیرہ سب پردے کے قائل تھے۔

اکبر الہ آبادی کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

"میں مرد و عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوں۔ قدرت نے ان دونوں کے تفویض

جدا جدا خدمتیں کیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کا آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہوگا اور نظام معاشرت میں اس سے بے حد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی۔" (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

تاریخی پس منظر

ڈاکٹر سعید احمد صاحب نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام سے پہلے عورتیں پردہ کرتی تھیں اور اسلام نے نعوذ باللہ ان کو بے پردہ کر کے اس قید و بند سے آزاد کرا دیا تھا، اور مروجہ پردے نے مسلمان عورتوں کی حالت خدا نخواستہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی سی کر دی ہے۔ تاریخ اس مفروضے کے بالکل برعکس تصویر سامنے لاتی ہے۔ اسلام سے قبل عرب میں بے پردگی، بے حیائی اور صنفی بے راہ روی، شراب جوئے وغیرہ کی طرح عام تھی۔ مولانا حالی نے ان عیوب کے متعلق اس طرح لکھا ہے:

جُوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی	شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی	غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی

اس دورِ جاہلیت میں عورتیں برہنہ ہو کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتی تھیں اور عکاظ کے سالانہ میلے میں آزادانہ مردوں کے ساتھ اختلاط و ارتباط کرتی تھیں۔ برسرِ عام اپنی بے حیائی کے قصے فخریہ سنایا کرتی تھیں اور عورتیں اور مرد مل کر رقص و سرود کی محفلوں میں دادِ عیش دیتے تھے۔ اسلام نے ان سب برائیوں کا قلع قمع کیا اور جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے حیا اور حجاب کے طریقوں کو رائج کیا۔ چنانچہ ہجرت نبوی کے چار یا پانچ سال بعد سے (جب کہ پردے کے احکام نازل ہوئے) تیرھویں صدی کے اختتام تک مسلمان خواتین پردہ کرتی رہیں۔ جہاں جہاں مسلمان پہنچے انھوں نے اپنی خواتین میں پردے کا اہتمام رکھا یہاں تک کہ سپین اور مراقش سے لے کر ملایا اور انڈونیشیا تک

مسلمانوں میں پردہ رائج رہا۔

برصغیر پاک و ہند میں محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور قطب الدین ایبک سے لے کر خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ بہادر شاہ کے دورِ سلطنت تک مسلمان عورتیں پردہ کرتی رہیں۔ چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوب و متاثر لوگوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے بے پردگی اختیار کرنی شروع کر دی اور آج کل کا مروجہ پردہ اسلامی پردے سے کہیں کم ہے نہ کہ زیادہ۔

عالم اسلام میں پردہ کا رواج

صاحب مضمون کا یہ کہنا بھی حقیقت پر مبنی نہیں کہ پردہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کے گھروں تک ہی محدود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمان ممالک مثلاً پاکستان، افغانستان، مراکش، الجزائر، تیونس، لیبیا، سوڈان، حضرموت، عدن، جنوبی عرب، سعودی عرب وغیرہ کی اکثر مسلمان خواتین پردہ کرتی ہیں۔ سعودی عرب میں تو وہاں کی عورتوں کے لیے بے پردہ نکلنا قانوناً ممنوع ہے

مغربی پروپیگنڈا

حقیقت یہ ہے کہ آج ہم مغربی ممالک کے مسموم پروپیگنڈے کا شکار ہو رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کی دل خوش کن اور گمراہ کن تحریروں کو سرچشمۂ علم و عمل بنا رہے ہیں۔ امریکہ کے رسالے "ٹائم" کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ گیارہ نمبر ۱۹۵۷ء کے شمارے میں ایک مضمون "مسلمان عورتوں کی آزادی" کے نام سے چھپا تھا۔ اس میں مراکش اور عرب کے دوسرے ممالک کے علاوہ ملایا کی مسلمان عورتوں کی تصویریں دی گئی تھیں کہ وہ کس طرح کا جلابہ، عبا یا برقع گھر سے باہر نکلنے کی حالت میں اوڑھتی ہیں، اور ان عورتوں کی بھی تصویریں چھپی تھیں جو بے پردہ ہو چکی تھیں۔ ان کو نیم عریاں سکرٹ (shorts) اور تیراکی وغیرہ کے لباس میں دیکھ کر ہر باغیرت مسلمان کی پیشانی عرق ندامت سے نمناک ہو جاتی ہے۔

"ٹائم" نے اس شمارے میں یہ بھی لکھا تھا "پاکستان میں جہاں دس سال پہلے عورتوں کو

اوباش نظروں سے محفوظ رکھنے کے لیے کاروں میں موٹے موٹے پردے لگائے جاتے تھے وہاں اب سینکڑوں شریف عورتیں بے پردہ موٹر چلا کر کام کاج اور میل جول (Social rounds) کے لیے جاتی ہیں . . . . . خاندانی منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہیں اور "میکس فیکٹر" میک اپ سے آراستہ ہوتی جاتی ہیں . . . . .

۱۹۲۰ء میں بیروت کی ایک ترقی پسند عورت کے چہرے کو تیزاب سے اس لیے جھلس دیا گیا تھا کہ اس کے برقعے کا نقاب اتنا باریک تھا کہ اس کا چہرہ نظر آتا تھا۔" اب وہاں کا یہ حال ہے کہ" امریکن یونیورسٹی بیروت اور بیروت کالج برائے خواتین کی مسلمان لڑکیاں بلیو جین (Blue jean) پہنتی ہیں۔ پانی پر سکی اِنگ (Water skiing) کے لیے جاتی ہیں۔ (نامحرم مردوں کے ساتھ) "راک اینڈ رول" ناچ ناچتی ہیں اور امریکہ کے مخلوط سکولوں اور کالجوں کی لڑکیوں جیسے طور طریقے رکھتی ہیں۔"

ٹائم کے اس مضمون سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تمام عالم اسلام میں مراقش سے لے کر ملایا تک مسلمان عورتیں پردہ کرتی تھیں اور اب بھی سعودی عرب یمن وغیرہ میں سختی سے پردہ کیا جاتا ہے۔ اور سوائے ان ملکوں کے کہ جن پر حکمرانوں نے بے پردگی زبردستی مسلط کر دی ہے مسلمان عورتیں آج بھی عموماً پردہ کرتی ہیں۔

مغربی تہذیب کے اثرات

نئی پود مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں بے پردہ ہوتی جا رہی ہے اور جہاں جہاں ایسا ہو رہا ہے وہاں عریانی اور بے حیائی زور پکڑتی جا رہی ہے۔ کچھ ملکوں میں تو مسلمان عورتیں سکرٹ، بلوجین، جانگیہ اور تیراکی کا لباس تک پہننے لگی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی کچھ مسلمان عورتیں باریک کپڑوں کی تیار کردہ، بغیر آستینوں کی ایسی چُست چولیاں، بلاوز اور قمیص پہننے لگی ہیں جن سے نہ صرف ان کے جسموں کی قطع نمایاں ہو بلکہ مقاماتِ ستر مثلاً بازو، پیٹ اور پیٹھ کے کچھ حصے اور گلے اور گردن کے نیچے کا جسم بھی کھلا رہتا ہے، اور ان کے

دوپٹے سمٹ کر پٹیاں اور کوڑے جمال شاہی بن کر رہ گئے ہیں جن سے سروں اور سینوں کے چھپانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر ستم بالائے ستم یہ کہ سولہ سنگھار کر کے سر بازار پھرتی ہیں، سینما جاتی ہیں۔ ہوٹلوں، قہوہ خانوں اور کلبوں وغیرہ میں نامحرم مردوں کے ساتھ خلا ملا ہوتی ہیں اور "ترقی پسند" بیگمات کو تو غیر مردوں سے پیوستہ ہو کر مغربی ناچ ناچنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں ہوتی ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

بے پردگی کے نتائج

ان سب باتوں کے وہی نتائج نکلیں گے جو مغربی ممالک میں ایک عرصے سے نکل چکے ہیں۔ وہاں کنواری ماؤں اور حرامی بچوں کی تعداد (ضبط تولید اور اسقاط حمل کے باوجود) روز افزوں ہے۔ وہاں شاید ہی کوئی ایسی دلہن ہوگی جو حالتِ بکر میں باقاعدہ نکاح کرتی ہو۔ ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کے امروز میں "کنواری ماؤں کی تعداد میں اضافہ" کے عنوان سے ایک خبر چھپی تھی کہ "ڈاکٹر گڈارچ سی رکافلر نے ۲۶ جولائی ۱۹۵۴ء کو سان فرانسسکو میں امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے مندوبین کو بتایا کہ امریکہ میں کنواری ماؤں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انھوں نے کہا ۱۹۳۸ء میں اٹھاسی ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۵۵ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ایک لاکھ بیالیس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔"

فروری ۱۹۵۵ء کے رسالے فاران میں ایک انگریز پروفیسر کی کتاب (خاندان کی تحلیلِ نفسی) سے مندرجہ ذیل عبرت ناک اقتباس چھپا تھا:

"یہ کس قدر تعجب خیز و عبرت انگیز واقعہ ہے کہ شکاگو کے ایک کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ایک سو تین لڑکیوں کے گروہ میں سے اکیاون ایسی تھیں جنھوں نے پہلا جنسی تجربہ اپنے باپوں کے ذریعے حاصل کیا۔"

ڈاکٹر سعید صاحب پردہ بھی اٹھانا چاہتے اور یہ توقع بھی کرتے ہیں کہ جو نتائج مغربی

ممالک میں ظاہر ہوئے ہیں وہ یہاں نہ ہوں گے۔ وہی بات ہے کہ:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٖ — باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

امریکہ کے شہرۂ آفاق ماہر جنسیات ڈاکٹر کنزے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ موجود سوسائٹی میں جب کہ عورت کو آرائش و افزائش حسن کی ترغیب دی جاتی ہے اور ایسے مردوں کے ساتھ اختلاط اور ارتباط بھی رکھنا ہوتا ہے تو یہ غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے دامن عفت کو بے داغ رکھ سکے۔

دوسرے اعتراضات کے جواب

اب صاحب مضمون کے ان اعتراضات کا تجزیہ ملاحظہ ہو جو انھوں نے "مذہبی احکام سے بالکل قطع نظر کر کے" کیے ہیں:

پہلا اعتراض

ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ پردے سے یا تو کوئی فائدہ نہیں اور اگر ہے بھی تو اس کے مقابلے میں نقصانات بہت ہیں۔ ڈاکٹر سعید صاحب اس حقیقت کو بھول گئے کہ پردے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ ہماری شرم و حیا اور عفت و عصمت کا اسی طرح ممد و معاون ہے جس طرح کہ نماز فحش اور دوسری بُری باتوں سے روکنے کے لیے۔ اس ضمن میں صاحب مضمون کی یہ دلیل نہایت مضحکہ خیز ہے کہ جب چور امیروں اور ساہوکاروں کی آہنی الماریوں میں محفوظ خزانوں تک پہنچ کر چوری کر لیتے ہیں تو خواتین کی عصمت مکان کی چار دیواری میں کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنا سونا چاندی اور ہیرے جواہرات آہنی الماریوں اور دیگر محفوظ جگہوں کی بجائے سرعام رکھے تو یہ چوروں اور ڈاکوؤں کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ تجوری اور آہنی الماری میں شاذ و نادر چوری کا واقعہ رونما ہوتا ہے۔ لیکن قیمتی چیزوں کے کھلے بندوں رکھنے سے

لکل ساقطۃ لاقطۃ — یعنی ہر گری پڑی چیز کے لیے کوئی اٹھانے والا

ضرور ہوتا ہے۔

ایسی واردا تیں بہت زیادہ ہوں گی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص اپنی قیمتی اشیاء کھلے عام بے احتیاطی سے رکھے گا اسے لوگ اگر پاگل نہیں تو احمق ضرور کہیں گے۔

اس سلسلے میں صاحب مضمون کی دوسری دلیل یہ ہے کہ انسان اس چیز کا اور زیادہ حریص ہو جاتا ہے جس سے اس کو منع کیا جائے اس لیے عورتوں کو بے پردہ پھرنے دیا جائے ورنہ "میل گناہ اور شوق معصیت" ترقی کر جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ "نواہی" کے متعلق کسی سے تعرض نہ کیا جائے اور کوئی احتیاطی تدابیر نہ کی جائیں۔ مثلاً کسی سے یہ نہ کہا جائے کہ سور کا گوشت مت کھاؤ۔ شراب نہ پیو ورنہ اس دلیل کے مطابق وہ پلٹ کے یہ کہے گا جناب آپ نے یہ کیا غضب کیا میں تو ان حرام چیزوں کا اور حریص ہو گیا ہوں۔ لیکن قرآن شریف میں تو مسلمانوں کی اس طرح تعریف کی گئی ہے کہ "تم بہترین امت ہو جو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو" (سورہ آل عمران، آیت ۱۱۰)

دوسرا اعتراض

ڈاکٹر صاحب موصوف کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پردہ "ایک بالکل غیر طبعی اور غیر فطری چیز ہے۔ آپ نے اپنے مفروضے کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ "قدرت نے ہر جانور کو نکاح کرنے یا بالفاظ دیگر جوڑا لگا کر رہنا سکھایا ہے اور قدرت کا سکھایا ہوا یہ سبق کتے۔ بلیوں، مرغیوں اور بکریوں وغیرہ کے سوا تمام جانوروں کو اچھی طرح یاد بھی ہے۔"

یہ مفروضہ اور دلیل دونوں بے بنیاد ہیں اس لیے کہ اول تو انسانوں کو جانوروں کی فطرت پر سمجھنا انسانیت کی توہین ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم نے جانوروں کے نکاح یا شادی بیاہ کے بارے میں نہ کچھ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ صاحب مضمون نے یہ کرشمے خدا جانے کہاں

دیکھیے۔ تیسرے یہ کہ کتے بلیوں اور بکریوں کے علاوہ بے شمار جنگلی جانور جو حضرت انسان کے "فیضانِ صحبت" سے بہرہ مند نہیں ہیں مثلاً ہرن، مرغابیاں وغیرہ جوڑے لگا کر نہیں رہتے۔

چوتھے یہ کہ طبعی طور پر مرد اور عورت کی خصوصیات اور دائرہ عمل جدا جدا ہیں۔ مرد کی خشونت و متانت اور عورت کی نزاکت و لطافت مقتضی ہیں کہ ان سے مختلف کام لیے جائیں۔ مرد کا فرض ہے کہ وہ گھر سے باہر کھیتی باڑی، تجارت، ملازمت وغیرہ میں مشغول ہو اور اگر جہاد کی ضرورت پڑے تو قتال کرے۔ عورت گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش اور ابتدائی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ یہ سب کام بڑے اہم اور ضروری ہیں اور ذمہ دار عورت کے لیے ہمہ وقتی کام ہیں۔ ان کاموں سے غفلت برتنے سے قوم کا مستقبل تاریک ہو سکتا ہے۔ کارخانے کی مزدور۔ دفتر کی نوکرانی۔ ہوٹل کی ملازمہ۔ دکان کی زیبائش۔ فلم انڈسٹری کی تختۂ مشق۔ ناچ گھر تھیٹر اور کلب کی تتلی کو کہاں مزاج یا فرصت کہ وہ بچوں کی مناسب پرورش اور صحیح تعلیم و تربیت کر سکے یا امورِ خانہ داری میں خاطر خواہ دلچسپی لے سکے۔

تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب "فطرت نے ہر مادہ کو اتنی قوت و طاقت دی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی عصمت کو حملہ آور نر سے محفوظ رکھ سکے اور اگر انسانی مادہ یعنی عورت میں بھی اتنی قوت و طاقت ہے تو اسے کسی مزید تحفظ کی ضرورت نہیں۔"

یہ مفروضہ سراسر غلط ہے۔ ہر مادہ کو اللہ تعالیٰ نے نر کے برابر قوت نہیں دی، اور عورت تو یقیناً ابتدائے آفرینش سے مرد کے مقابلے میں کمزور چلی آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے جہاں مردوں اور عورتوں کو علیحدہ علیحدہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں وہاں مردوں کو عورتوں کی عصمت کا محافظ بھی بنایا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد

بے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی ! نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد !

چوتھا اعتراض

پردے کے خلاف چوتھی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ پردے کی چاردیواری میں رہ کر عورتوں کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور غیر مردوں سے اپنی ناموس بچانے کے لیے جرأت مدافعت نہیں رہتی۔ اس دلیل کو اس کسوٹی پہ پرکھا جا سکتا ہے کہ زنا بالجبر کے واقعات پاکستان اور سعودی عرب میں (جہاں کہ پردہ رائج ہے) زیادہ ہوتے ہیں یا یورپ میں جہاں عورتیں بے پردہ ہیں۔ سعودی میں زنا بالجبر تو ایک طرف رہا زنا کا حادثہ بھی برسوں میں رونما نہیں ہوتا کیونکہ وہاں عورتیں پردہ کرتی ہیں اور مجرموں اور مجرماؤں کو شریعت کے مطابق عبرتناک سزا ملتی ہے۔ پاکستان میں بھی ایسی واردداتیں یورپ کے مقابلے میں عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔

پاکستان کے انسپکٹر جنرل سپیشل پولیس اسٹیبلشمنٹ ۱۹۵۲ء میں ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس میں یورپ گئے تھے۔ انھوں نے واپسی پر بتایا کہ منجملہ اور جرائم کے یورپ کا سب سے بڑا مسئلہ زنا بالجبر کا ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں اسی فی صد عورتوں کا رحم استقرارِ حمل کے قابل نہیں رہتا، اور یورپ کو دوسری جنگ عظیم سے جو آبادی کی قلت پیش آ گئی تھی اس کو پورا کرنا تھا۔

پانچواں اعتراض

صاحب مضمون کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ گھروں کے اندر رہنے کی وجہ سے "ہماری قوم روز بروز تندرستی اور نشو و نما کے لحاظ سے بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔"

آگے چل کر انھوں نے خود ہی یہ اعتراف کر لیا کہ "ہمارے باپ دادا ہم سے بہت زیادہ تنومند اور طاقتور ہوتے تھے۔ تاریخی پس منظر کے عنوان میں بیان کیا جا چکا ہے کہ

تیرھویں صدی کے آخر تک مسلمان عورتیں باقاعدہ پردہ کرتی تھیں اور ہمارے باپ دادا باپردہ ماؤں کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ پردہ دار" مائیں چونکہ خود دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہوتی ہیں اس لیے ان کی گود میں پلے ہوئے بچے بھی جاہل مطلق ہوتے ہیں۔ یہ معروضہ واقعات اور تاریخ کے خلاف ہے۔ پردہ تعلیم میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہر سال سینکڑوں باپردہ لڑکیاں یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کرتی ہیں اور اکثر بے پردہ لڑکیوں سے زیادہ نمبر حاصل کرتی ہیں۔

اب تو یہ بات یورپ کے دانشور بھی مان گئے ہیں کہ یورپ کی تحریک احیائے علوم (Renaissance) سپین کے مسلمانوں کی رہین منت ہے۔ اور یہ مسلمان پردہ دار ماؤں کی آغوش میں پل کر پھلے پھولے۔

اسی طرح محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی پردہ دار ماؤں کی گود میں پلے تھے۔ انھوں نے بے پردہ ماؤں کے پرورش یافتہ راجہ داہر اور رچرڈ اوّل کو شکستیں دیں اور ستمبر ۱۹۶۵ء میں جب ہندوستان نے پاکستان پر اچانک عیارانہ حملہ کیا تو لال بہادر شاستری کی ایر مارشل ارجن سنگھ اور جنرل چودھری کو شکست دینے والے وہی مجاہد ہیں جن کی پرورش پردہ دار ماؤں کی آغوش میں ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ" میدان جنگ میں عورتوں کی معیت جوانوں کی ہمتوں کو دوبالا اور ان کی آتش غیرت کو مشتعل رکھا کرتی تھی، ان کی فتوحات کا باعث ہوتی تھی۔" وغیرہ وغیرہ غیر مسلم رچرڈ اول کے اس قول کے مطابق ہے جس کو سر والٹر سکاٹ نے اپنے ناول طلسم (Talisman) میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی بات کے جواب میں اس طرح نقل کیا ہے:

" ہماری حسین خواتین کا حسن ہماری تلواروں کو جلا دیتا ہے اور ہمارے بھالوں کی نوکوں کو اور باریک کرتا ہے۔" مسلمانوں کا نظریۂ حیات ہی اور ہے جس کے متعلق علامہ اقبال نے

کیا خوب فرمایا ہے:

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن   نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

چھٹا اعتراض

پردہ پر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا چھٹا اعتراض یہ ہے کہ اس کی وجہ سے "ہمارے نوجوان اپنی ہوس کو بالکل غیر فطری طریقوں پر بھی پورا کرنے لگے ہیں"۔

یہ بات واقعاتی لحاظ سے غلط ہے۔ تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ سب سے پہلے غیر فطری جنسی بے راہ روی حضرت لوطؑ کے زمانے میں رونما ہوئی تھی جب کہ پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ گناہ ان ملکوں میں زیادہ ہوتا ہے جہاں پردہ کا رواج ہے یا وہاں جہاں عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں۔ انگلستان میں جہاں اختلاط مرد و زن عام ہے وہاں اب یہ فعل مذموم اتنا عام ہوگیا ہے کہ اخباروں میں اس نوع کے مضمون نکل رہے ہیں کہ اس کو جرائم کی فہرست سے ہی منسوخ کر دیا جائے۔ حد یہ ہے کہ وہاں کے بہت سے پادری بھی اس تحریک کے حامی ہو گئے ہیں، اور پارلیمنٹ میں اس قسم کا بل بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

ساتواں اعتراض

صاحب مضمون کا ساتواں اعتراض یہ ہے " اسی پردہ نشینی اور ہر وقت دوسروں کی نظروں سے چھپے رہنے کا یہ بھی نتیجہ نکلا ہے کہ ہماری خواتین کی ذہنیت چوروں کی سی ہوگئی ہے"۔

یہ دعویٰ بے دلیل اور مشاہدے کے خلاف ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہماری نانیاں دادیاں جو پردے کی زیادہ پابند تھیں اس قسم کے عیوب سے مبرّا تھیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ پردہ دار بیوی کا شوہر " کوئی ایسا کام خوشی سے نہیں کر سکتا کہ جس میں اسے اپنے گھر سے باہر دور رہنا ہو . . . کہ خدا جانے اس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بیوی نے کیا کچھ کیا ہو۔" حقیقت تو یہ ہے کہ پردہ دار بیوی کا شوہر

تو مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی موجودگی میں نہ تو کوئی نامحرم اس کے گھر آئے گا اور نہ اس کی بیوی اس کے اذن کے بغیر کہیں باہر جائے گی۔ خلجان تو اور تشویش تو اس شوہر کو ہوگی جس کے گھر میں ہر کس و ناکس بے روک ٹوک آ سکتا ہے اور اس کی بیوی اس کی اجازت اور اس کے علم کے بغیر جہاں چاہے آئے جائے۔

بے بنیاد مفروضات

صاحب مضمون کا یہ خیال بھی بے بنیاد ہے کہ گھر میں اگر خاوند یا بچہ کسی خطرناک اور مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے تو پردہ دار بیوی حکیم یا ڈاکٹر کو کیسے لائے گی۔ حالانکہ ایسے ضروری مواقع پر اللہ تعالیٰ نے گھر سے باہر چادر یا برقع وغیرہ اوڑھ کر جانے کی اجازت دی ہے جس کا شروع ہی میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ شرعی احکام میں "یُسر" یعنی آسانی تو یہ ہے نہ کہ انسان کو اوامر و نواہی کی حدود سے بالکل مادر پدر آزاد کر دیا جائے:

دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے　　　　موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

مقالہ نگار نے فرمایا ہے کہ: "پردہ اگر مذہب اسلام کا کوئی حکم ہوتا تو یقیناً ہم اپنے پروردگار کا حکم سمجھ کر نہایت خوشی سے اختیار کرتے اور اس کی خاطر ہمیں پھر جتنے بھی نقصان اٹھانے پڑتے انھیں بطیبِ خاطر برداشت کرتے۔" یہ شروع ہی میں قرآن شریف کی آیاتِ بینات اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ پردہ فرض ہے اور جو خواتین پردہ نہیں کرتیں وہ اللہ اور رسول ؐ کے احکام کی نافرمانی کرتی ہیں اور جو حضرات قرآن شریف کی ان آیات پر یا کسی ایک آیت پر بھی ایمان نہیں لاتے یا ان کو نعوذ باللہ نقصان دہ سمجھتے ہیں وہ اپنا ایمان گنوا بیٹھتے ہیں۔ صاحب مضمون نے تو وعدہ فرمایا ہے اور ہماری دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے پروردگار کا فرمان بطیبِ خاطر بجا لائیں، اور جو صاحب ہٹ دھرمی پر اڑے رہیں ان کے لیے یہ کہنا کافی ہو گا:

گر اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے